

## ’محفوظ راستہ‘

مجدد الف ثانیؒ / ترجمہ: سید احمد عروج قادریؒ

اے فرزند! دنیا آزمائش وابتلا کی جگہ ہے۔ اس کے ظاہر کو طرح طرح کی ملمع کاریوں سے مزین کیا گیا ہے۔ خیالی و وہمی خال وخط اور زلف و خد سے آراستہ ہے۔ دیکھنے میں شیریں اور تروتازہ لیکن حقیقت میں یہ دنیا ایک مُردار ہے۔ عطر لگایا ہوا، گندگیوں کا ایک ڈھیر ہے۔ مکھیوں اور کیڑوں سے بھرا ہوا ایک سراب ہے۔ آب نما اور ایک مٹھاس ہے زہریلی۔ اس کا باطن، ظاہر کے برعکس خراب و اتر ہے، اور مزایہ ہے کہ ان گندگیوں کے باوجود اس کا معاملہ اپنے چاہنے والوں کے ساتھ نہایت بُرا ہے۔ اس کا فریفتہ، دیوانہ و مسکور ہے اور اس کا گرفتار، فریب خوردہ و مجنون۔ جو بھی اس کے ظاہر پر تبجھا نقصانِ ابدی اس کے پلے پڑا، اور جو بھی اس کی حلاوت و طراوت پر مائل ہوا ندامتِ سرمدی [دائمی ندامت] اس کے حصّے میں آئی۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: دنیا اور آخرت سوکنیں ہیں۔ اگر ایک راضی ہوئی تو دوسری ناخوش۔ لہذا جس نے دنیا کو راضی کیا آخرت اس سے ناراض ہوئی۔ آخرت میں اس کا کوئی حصّہ نہیں۔ اللہ ہمیں اور تمہیں دُنیا اور دُنیا داروں سے پناہ میں رکھے۔ آمین!

اے فرزند! اللہ تعالیٰ نے کمال مہربانی سے تجھے ابتداءے جوانی میں توبہ کی توفیق عنایت کی تھی۔ مجھے معلوم نہیں کہ نفس و شیطان کے قبضے سے چھٹکارا پا کر تجھے توبہ پر ثبات و قرار میسر ہوا یا نہیں۔ بظاہر تو استقامت مشکل نظر آتی ہے کیونکہ موسمِ عفووانِ جوانی کا ہے، دنیا کے اسبابِ میسر ہیں، اور نامناسب دوستوں، ہم نشینوں کی کثرت ہے۔ کام یہ ہے کہ فضولِ مباحات سے بچا جائے

اور بقدر ضرورت پر اکتفا کی جائے، اور مباحات کا بقدر ضرورت استعمال بھی جمعیت خاطر کی نیت سے ہونا چاہیے تاکہ وظائف بندگی ادا کرنے میں تشویش پیدا نہ ہو۔ مثلاً کھانے کی غرض یہ ہے کہ اداے طاعات پر قوت و قدرت نصیب ہو، اور لباس کا مقصد یہ ہے کہ اس سے جسم ڈھانپنے اور سردی گرمی دفع کرنے کا کام لیا جائے۔ اسی قیاس پر تمام ضروری مباحات کو سمجھنا چاہیے۔ اکابر نقشبندیہ قدس سرہم نے عزیمت کا عمل اختیار کیا ہے اور حتی الامکان رخصت سے اجتناب کرتے رہے ہیں۔ عزیموں میں ایک عزیمت یہ بھی ہے کہ بقدر ضرورت پر اکتفا کیا جائے اور اگر یہ دولت میسر نہ ہو تو مباحات کے دائرے سے نکل کر مشتبہ اور حرام چیزوں کی طرف ہرگز نہ جانا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے کمال کرم سے مباحات اور نعمتوں کا دائرہ خود ہی بہت وسیع کر دیا ہے۔ ان نعمتوں سے قطع نظر کون سا عیش اس بات کے برابر ہے کہ بندے کا موٹی اس کے کردار سے راضی ہو، اور کون سی جفا اس بات کے برابر ہوگی کہ اس کا آقا اس کے اعمال سے ناراض ہو۔ جنت میں اللہ کی رضا جنت سے بہتر ہے، اور دوزخ میں اللہ کی ناراضی دوزخ سے بدتر ہے۔ اللہ نے انسان کو اپنا بیٹا نہیں بنایا اور نہ اس کو پوری چھوٹ دے دی ہے کہ جو چاہے کرے۔ سوچنا چاہیے اور اپنی عقل دُور اندیش کو کام میں لانا چاہیے۔ کل قیامت میں ندامت و نقصان کے سوا کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔ کام کا وقت موسم جوانی ہے۔ جوان مرد وہ ہے جو اس وقت کو ہاتھ سے نہ جانے دے اور فرصت کو غنیمت سمجھے۔ یہ بالکل ممکن ہے کہ بڑھاپے تک اسے زندگی ہی نہ ملے اور اگر بالفرض بڑھاپے تک پہنچ گیا تو اطمینان میسر نہ ہو، اور اگر یہ بھی ہو تو ضعف اور سُستی کی وجہ سے کام نہ کر سکے۔

اس وقت اسباب اطمینان میسر ہیں۔ والدین کا وجود بھی اللہ کے انعامات میں سے ہے کہ اس نوجوان کی معیشت کی فکر بھی انھی کے سر ہے۔ موسم فرصت ہے اور زمانہ قوت و استطاعت، پھر کس عذر کی بنا پر آج کو کل پر نالا جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اداے طاعات میں تاخیر کرنے والے اور ”عنقریب کروں گا، عنقریب کروں گا“ کہنے والے ہلاک ہوئے۔ ہاں، اگر مہمات و معاملات دنیا کو کل پر چھوڑ دیں اور آج کو اعمالِ آخرت میں مشغول رکھیں تو کیا کہنا۔

غفوان جوانی کے اس زمانے میں کہ دشمنانِ دین۔۔۔ نفس و شیطان۔۔۔ کا غلبہ ہے، تھوڑے عمل کا بھی اتنا اعتبار ہے کہ ان کا غلبہ نہ ہونے کی صورت میں اس سے ۱۰ گنا عمل کا بھی

نہیں۔ فوجی قواعد میں بھی دشمنوں کے حملے و غلبے کے وقت کارگزار سپاہیوں کی بڑی قدر ہے اور اس وقت ان کی تھوڑی دوز دھوپ اور کارگزاری بھی لائق اعتبار و نمایاں ہوتی ہے۔

اے فرزند! انسان جو موجودات کا خلاصہ ہے، اس کی تخلیق کا مقصد نہ لہو و لعب ہے اور نہ کھانا اور سونا، بلکہ اس کی تخلیق کا مقصد اللہ کی بندگی، تواضع و انکسار، عجز و فقر اور بارگاہِ قدس میں ہمیشہ التجا و تضرع ہے۔ اللہ کی بندگی و عبادت سے مراد وہ عبادتیں ہیں جن کی تعلیم شریعتِ محمدیؐ نے دی ہے۔ ان عبادتوں کی منفعتیں اور مصلحتیں خود بندوں کو حاصل ہوتی ہیں۔ ان سے خدا کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ اس لیے اوامر کی تعمیل اور نواہی سے پرہیز دل و جان کے جذبہٴ احسان مندی اور کامل اطاعت و انقیاد کے ساتھ ہونا چاہیے اور اپنی پوری سعی صرف کر دینی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے مکمل استغنا کے باوجود صرف ہمارے فائدے کے لیے ہمیں اوامر و نواہی سے سرفراز فرمایا۔ ہم محتاجوں کو تو اس نعمت کا شکر یہ پورے طور پر ادا کرنا چاہیے۔

اے فرزند! تم جانتے ہو، اگر دنیا کا کوئی زبردست اپنے کسی زبردست کو کسی خدمت پر سرفراز کرتا ہے تو اس حقیقت کے باوجود کہ اس خدمت کا نفع اس حاکم کو بھی ملنے والا ہے، وہ زبردست اس کے حکم کو کس قدر عزیز رکھتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ ایک عظیم القدر شخص نے یہ خدمت اس کے سپرد کی ہے، اس لیے کامل احسان مندی کے ساتھ اس کو بجالانا چاہیے۔ کیا مصیبت ہے کہ انسان کو رب ذوالجلال کی عظمت اس شخص کی عظمت سے بھی کم نظر آتی ہے کہ اس کے احکام کی بجا آوری میں کوشش نہیں کرتا۔ شرم کرنی چاہیے اور اپنے کو خوابِ خرگوش سے بیدار کرنا چاہیے۔ احکامِ الہی کی نافرمانی دو چیز سے خالی نہیں، یا شریعت کی خبروں کو جھوٹ سمجھتا ہے اور باور نہیں کرتا، یا دنیا والوں کی عظمت کے مقابلے میں اللہ کی عظمت حقیر نظر آتی ہے۔ اس بات کی شاعت اور خرابی پر اچھی طرح غور کرنا چاہیے۔

اے فرزند! ایک ایسا شخص جس کی کذب بیانی کا بارہا تجربہ ہو چکا ہے، کہتا ہے کہ دشمنوں کی مسلح فوج فلاں قوم پر شب خون مارنے والی ہے۔ یہ سنتے ہی اس قوم کے عقل مند اپنی محافظت میں لگ جاتے ہیں اور اس بلا کو دفع کرنے کی فکر کرتے ہیں، حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ خبر دینے والا جھوٹ بولنے کا عادی ہے، مگر ان کی دلیل یہ ہوتی ہے کہ جہاں خطرے کا وہم بھی ہو

وہاں عقل مندوں پر احترام لازم ہے۔ لیکن مغبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوری تاکید کے ساتھ عذابِ اخروی سے خبردار کیا ہے، اس کے باوجود وہ کچھ بھی متاثر نہیں ہوتے اور ہوتے بھی ہیں تو اس کو دفع کرنے کی فکر نہیں کرتے، حالانکہ اس کو دفع کرنے کی تدبیر بھی مغبر صادق سے معلوم ہو چکی ہے۔ پس یہ کیسا ایمان ہے کہ بچے کی خبر، جھوٹے کی خبر کے برابر بھی اعتبار نہیں رکھتی!

یقین حاصل کرنا چاہیے، کی صرف صورتِ اسلام نجات بخش نہیں۔ یقین کہاں ہے، ظن بھی نہیں بلکہ وہم بھی نہیں ہے کیونکہ عقل مند خطرے کے موقع پر وہم کا بھی اعتبار کرتے ہیں۔ اسی طرح اللہ نے کلامِ مجید میں فرمایا ہے: **وَاللَّهُ بِصَبْرٍ ۙ بِمَا يَعْمَلُونَ** (البقرہ ۲: ۹۶) ”اللہ تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہے“۔ اس کے باوجود لوگ بُرے اعمال میں مشغول ہیں۔ اگر ان کو معلوم ہو کہ کوئی حقیر شخص بھی ان کے اعمال کو دیکھ رہا ہے تو یہ ہرگز عملِ شنیع اس کی نظر کے سامنے نہیں کرتے۔ اس کا سبب دو امر سے خالی نہیں۔ اللہ کی خبر کو باور نہیں کرتے، یا اللہ کی اطلاع کا اعتبار نہیں کرتے۔ اس قسم کا کردار، ایمان کی علامت ہے یا کفر کی نشانی؟

اے فرزند! تم پر لازم ہے کہ از سر نو تجدیدِ ایمان کرو۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے: **’کلمہ لا الہ الا اللہ کے ذریعے اپنے ایمان کی تجدید کرتے رہو‘**۔ نامرضیاتِ حق سے توبہ، نصوص کا - یہ پورا پورا گراف ذہن نشین کرنے کے لائق ہے خصوصیت کے ساتھ ان لوگوں کو اسے بار بار پڑھنا چاہیے جو ایمان و عمل کی مشکلمانہ بحثوں میں گرفتار ہیں، اور یہ گرفتاری اس حد تک بڑھ چکی ہے کہ اس وقت مسلمانوں کو ان کی بے ایمانی و نفاق پر ڈرانا اور اسلامِ حقیقی کی طرف بلانا، ان کے نزدیک جرم بن گیا ہے۔ اہل السنۃ والجماعۃ کا یہ مسلک ضرور ہے کہ بے عمل مسلمان کے لیے بھی خلود فی النار نہیں ہے۔ لیکن یہ بات اس پر موقوف ہے کہ خاتمہ بالخیر ہوا ہو، لیکن کیا انتہائی بے حسی اور فریاض و واجبات سے بھی جان بوجھ کر اعراضِ خاتمہ بالخیر کی توقع پیدا کرتا ہے؟ اس سلسلے میں حضرت مجدد نے ایک دوسرے مکتوب میں جو کچھ تحریر فرمایا ہے، وہ اللہ کا کچھ بھی خوف رکھنے والے آدمی کے دل کو کپکپا دینے کے لیے کافی ہے۔ لکھتے ہیں: ”ہاں، مطلق اہل اسلام کو، خاتمہ بالخیر ہونے کی صورت میں رحمتِ الہی کا حصہ ملے گا، اگرچہ وہ طویل زمانے کے بعد دوزخ سے نجات پائیں گے لیکن گناہوں کی تاریکیاں اور احکامِ الہی سے بے پروائی، کب چھوڑتی ہے کہ ایسے لوگ، نورِ ایمان سلامت لے جائیں۔ علمانی فرمایا ہے کہ گناہِ صغیرہ پر اصرار، گناہِ کبیرہ تک پہنچاتا ہے اور گناہِ کبیرہ پر اصرار، کفر تک پہنچا دیتا ہے۔ اللہ ہم سب کو اس سے پناہ میں رکھے“ (مکتوبات، جلد ۱، نمبر ۹۶)۔ اس تشبیہ کے باوجود اگر کوئی بے عمل و بے پروا مسلمان اس خیالِ خام میں مبتلا ہو کہ آخر کار وہ جنت حاصل کر کے رہے گا تو اسے نادانی اور کج فہمی کے سوا اور کیا کہا جائے۔

از سر نو اعادہ کرو۔ جن امور کو حرام قرار دیا گیا ہے اور ان سے نہی فرمائی گئی ہے، ان سے محترز و مجتنب رہو۔ بیچ وقتہ نماز باجماعت ادا کرو، اگر قیام لیل — تہجد — میسر ہو تو زہے سعادت! مال کی زکوٰۃ دینا بھی ارکانِ اسلام میں سے ہے، اسے ضرور ادا کرو۔ زکوٰۃ ادا کرنے کا سب سے زیادہ آسان طریقہ یہ ہے کہ اپنے مال میں سے جو کچھ فقرا کا حق ہے ہر سال زکوٰۃ کی نیت سے الگ محفوظ کر دے اور پورے سال اس کو مصارفِ زکوٰۃ میں صرف کرتا رہے۔ اس طرح ہر مرتبہ اداے زکوٰۃ کی نیت ضروری و لازم نہ رہے گی، یعنی ایک ہی دفعہ زکوٰۃ کی نیت کر کے اس کو علیحدہ کرنا کافی ہوگا۔ (تمام فرائض کی طرح زکوٰۃ کی ادا گی کا بھی اصل طریقہ یہی ہے کہ اس کو اجتماعی طور پر ادا کیا جائے، لیکن جہاں کہیں اجتماعی نظم موجود نہ ہو، وہاں انفرادی طور پر ادا کرنے سے بھی زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے۔ مترجم)

اسی طرح تمام عبادتوں میں خیال رکھو، کسی عبادت کی ادا گی میں اپنے نفس کو ڈھیل نہ دو۔ بندوں کے حقوق ادا کرنے میں بھی سعی بلیغ کرو تا کہ کسی کا حق تمہارے ذمے باقی نہ رہ جائے۔ یہاں دنیا میں ان کا ادا کرنا آسان ہے، کل قیامت میں یہ آسانی باقی نہ رہے گی۔ وہاں کی جواب دہی مشکل اور ناقابلِ علاج ہے۔ احکامِ شرعیہ علمائے آخرت سے پوچھنے چاہئیں۔ ان کی باتوں میں تاثیر ہی دوسری ہے۔ ممکن ہے کہ ان کے کلام کی برکت توفیقِ عمل دے دے۔ علمائے دنیا سے — جنہوں نے علم کو مال اور جاہ و مرتبے کے حصول کا ذریعہ و وسیلہ بنا لیا ہے — دُور رہنا چاہیے۔ ہاں، جہاں متقی علما موجود نہ ہوں وہاں بقدرِ ضرورت ان سے مسئلہ دریافت کر سکتے ہو۔

امے فرزند! یہ مسئلے اور نصیحتیں تمہیں پہلے سے معلوم ہوں گی لیکن مقصودِ عمل ہے نہ کہ صرف علم۔ جو بیمار اپنے مرض کی دوا جانتا ہے وہ جب تک اسے استعمال نہ کرے، صحت یاب نہیں ہو سکتا۔ یہ مبالغہ و تاکید بھی عمل ہی کے لیے ہے ورنہ علم بے عمل کے بارے میں تو یہ حدیث آئی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت میں سخت ترین عذاب اس عالم پر ہوگا جس نے علم کے مطابق عمل نہیں کیا۔ (مکتوبات امام ربانی، جلد ۱، نمبر ۳۷، زندگی، جولائی ۱۹۵۵ء)

## فکرِ اعلیٰ

انقلاب یا ارتقا ہمیشہ قوت ہی کے اثر سے رونما ہوا ہے اور قوت ڈھل جانے کا نام نہیں ہے ڈھال دینے کا نام ہے، مڑ جانے کو قوت نہیں کہتے موڑ دینے کو کہتے ہیں۔ دنیا میں کبھی نامردوں اور بزدلوں نے کوئی انقلاب پیدا نہیں کیا۔ جو لوگ اپنا کوئی اصول، کوئی مقصدِ حیات، کوئی نصب العین نہ رکھتے ہوں، جو کسی بلند مقصد کے لیے کوئی قربانی دینے کا حوصلہ نہ رکھتے ہو، جن کو دنیا میں محض آسائش اور سہولت ہی مطلوب ہو، جو خطرات اور مشکلات کے مقابلے کی ہمت نہ رکھتے ہوں، جو ہر سانچے میں ڈھل جانے اور ہر دباؤ سے دب جانے والے ہوں ایسے لوگوں کا کوئی قابل ذکر کارنامہ انسانی تاریخ میں نہیں پایا جاتا۔ تاریخ بنانا صرف بہادر مردوں کا کام ہے۔ انھی نے اپنے جہاد اور قربانیوں سے زندگی کے دریا کا رخ پھیرا ہے، دنیا کے خیالات بدلے ہیں، مناجع عمل میں انقلاب برپا کیا ہے اور زمانے کے رنگ میں رنگ جانے کے بجائے زمانے کو خود اپنے رنگ میں رنگ دیا ہے۔ میں ایک مجاہد کے ایسے ایمان کا طالب ہوں، ایسا دل مانگتا ہوں جو سمندر کی طوفانی موجوں کے مقابلے میں ٹوٹی ہوئی کشتی لے جانے پر بے جھک آمادہ ہو جائے، ایسی روح مانگتا ہوں جو شکست کھانے اور سپر کا رکھ دینے کا تصور بھی نہ کر سکتی ہو، ایسی عزیمت مانگتا ہوں جو مادی سہاروں سے قطعاً مستغنی ہو اور تمام سہاروں کے چھوٹ جانے پر بھی نہ ٹوٹ سکے، ایسا ارادہ مانگتا ہوں جسے کوئی طاقت اپنے راستے سے نہ ہٹا سکے۔

سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

(علیہ اشہار)